ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

OPEN ACCESS

فداللہ خان

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو جامعہ پشاور۔

ڈاکٹر روبینہ شاہین

پروفیسر، شعبہ اردو جامعہ پشاور ۔

مشتاق احمد یوسفی کی تحریروں میں ہندستانی تہذیب کی معنویت اور عصرِ حاضر

Fida ullah Khan*
PhD Scholar, Department of Urdu, University of Peshawar.
Dr. Robina Shaheen
Professor, Department of Urdu, University of Peshawar.
***Corresponding Author:**

The Significance of Indian Civilization in Mushtaq Ahmad Yusufi's Writings and Its Relevance to the Contemporary

Mushtaq Ahmad Yusufi is regarded as one of the most distinguished humorists in Urdu literature, whose writings transcend mere satire and wit. His prose is a rich tapestry of cultural, historical, and intellectual references, reflecting a deep-rooted connection with the heritage of the Indian subcontinent. This research explores the cultural essence embedded in Yusufi's works, highlighting how he skillfully weaves together the classical traditions of Indian civilization with contemporary socio-cultural realities. Through his humor, Yusufi not only entertains but also revives and readers. identity cultural reinterprets the of his The study aims to critically analyze the thematic and cultural dimensions of Yusufi's writings and assess their relevance and significance in the modern context.

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Significance, Indian Civilization, Mushtaq Ahmad Yusufi's Writings and Its Relevance to the Contemporary Era.*

مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے ان گنے چنے مزاح نگاروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے محض طنز و مزاح تک خود کو محدود نہیں رکھا، بلکہ اپنی تحریروں کو تہذیبی، تاریخی اور فکری معنویت سے ہم آہنگ کر کے انہیں ایک گہرے فکری سطح تک پہنچایا۔ ان کی نثر میں ہندوستانی تہذیب کی جھلک نہ صرف لسانی و ادبی حوالوں میں ملتی ہے بلکہ روزمرہ کی زندگی، رسوم و رواج، مذہبی روایات اور معاشرتی رویوں میں بھی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ مقالہ یوسفی کی تخلیقات میں چھپی ہوئی تہذیبی معنویت کو دریافت کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ وہ ماضی کی روایات کو کس طور عصر حاضر کے ثقافتی و فکری تناظر میں جوڑتے ہیں۔ یوسفی کی تحریریں نہ صرف قاری کو ہنساتی ہیں بلکہ اس کی تہذیبی شناخت کو بھی بیدار کرتی ہیں۔

یہ تحقیق یوسفی کی تحریروں کا تہذیبی و تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے، عصر حاضر میں ان کی معنویت اور افادیت کو اجاگر کرتی ہے۔ یوسفی کی تہذیبیں فکر کا تجزیاتی مطالعہ۔

مشتاق احمد یوسفی کی تحریریں محض ظرافت کا نمونہ نہیں بلکہ تہذیبی بصیرت، معاشرتی شعور اور فکری گہرائی کی حامل تخلیقات ہیں۔ وہ اپنے طنز و مزاح میں تہذیبی رویوں، اقدار، رسوم و رواج، معاشرتی تغیرات اور تاریخی شعور کو اس خوبی سے پروتے ہیں کہ قاری نہ صرف محظوظ ہوتا ہے بلکہ اس کے ذہن میں ایک مکمل تہذیبی منظر نامہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ یوسفی کی تحریروں میں تہذیب کوئی جامد مظہر نہیں بلکہ جیتی جاگتی روایت ہے جو معاشرتی عمل کے ساتھ ساتھ ارتقاپذیر نظر آتی ہے۔

یوسفی کی نگاہ اپنے عہد کی تہذیبی کش مکش کو محض رصد نہیں کرتی بلکہ اس کا مزاحیہ تجزیہ اس کشمکش کو فکر انگیز انداز میں اجاگر کرتا ہے۔ ان کی فکری ساخت میں تہذیب کے کلاسیکی پہلو بھی نمایاں ہیں اور جدیدیت سے پیدا ہونے والے مسائل کی جھلک بھی۔ وہ پرانی قدروں کے زوال اور نئی قدروں کی غیر یقینی صورت حال پر تنقیدی زاویہ نظر رکھتے ہیں۔ ان کا طنز صرف کرداروں پر نہیں بلکہ ان تہذیبی مظاہر پر بھی ہوتا ہے جو نئی نسل کے لیے اجنبی بنتے جا رہے ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

یوسفی تہذیبی زوال پر طنز کرتے ہوئے اس کی بنیادی وجوہات کی طرف بھی قاری کو متوجہ کرتے ہیں۔ وہ اس زوال کو محض ماضی پرستی یا نوحہ گرمی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کی تہ میں چھپی سماجی، تعلیمی اور فکری تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> " اللہ اللہ! کیسا سستا سماں اور کیسے سادہ دل بزرگ تھے۔۔۔۔ کہ جب ہم چوری کی چوانی سے بائیسکوپ دیکھ کر رات کے دس بجے پنجوں کے بل گھر میں داخل ہوتے تو ڈیوڑھی میں ہمیں خاندان کے تمام بزرگ نہ صرف خود گارڈ آف آنر دیتے، بلکہ اپنی کمک پر بیرونی بوڑھوں کو بلا لیتے تھے کہ مقابلہ ہمارے فسق و فجور سے تھا"۔"(۱)

یہ اقتباس اس تہذیبی تحریف کو واضح کرتا ہے جو رسمی اور ثقافتی رویوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ یوسفی کی حس مزاح ایسے مشاہدات کو غیر روایتی انداز میں بیان کرتی ہے مگر اس کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہوتا ہے۔ یوسفی کی تہذیبی فکر کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ روایتی اقدار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے بھی ان سے مکمل لاتعلقی کا رویہ نہیں اپناتے۔ ان کے نزدیک تہذیب ایک ایسی میراث ہے جس سے انکار ممکن نہیں مگر اس پر سوال ضرور اٹھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً وہ چراغ تلے میں لکھتے ہیں:

> "اس دن سوائے دلہن کی آنکھ کے ہمیں کوئی چیز خشک نظر نہ آئی۔ ہم نے ٹہوکا دیا کہ رُخصتی کے وقت دلہن کا رونا رسومات میں داخل ہے۔ انہوں نے بہت پلکیں ٹپٹپائیں، مگر ایک آنسو نہ نکلا۔ پھر کار میں سوار کراتے وقت ہم نے سہرا اپنے چہرے سے ہٹایا۔ مجھے دیکھ کر خوب پھوٹ پھوٹ کر رو روئیں۔" (۲)

یہاں وہ طنز کے پردے میں تہذیب کے متضاد رویوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ رسموں کی مضحکہ خیزی کو بیان کرتے ہوئے وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہی رسوم ہمیں اپنے ماضی سے جوڑے رکھتی ہیں۔ یوسفی کی تحریروں میں تہذیبی فکر کا دوسرا نمایاں عصر "یادداشت" ہے۔ ان کی نثر میں ماضی کی بازیافت کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ وہ نہ صرف پرانی تہذیبی علامات کو زندہ کرتے ہیں بلکہ انہیں نئے معنوں میں قاری کے سامنے رکھتے ہیں۔ ان کی طنزیہ تحریر میں ماضی محض ایک نوستالجیا نہیں بلکہ فکری بحث کی بنیاد ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

"کن میلیے کا پگڑ جس کے ہر پیچ میں اس نے میل نکالنے کے اوزار اڑس رکھے تھے، زمین پر گر گیا۔ اس میں سے ایک ڈبیا بھی نکلی جس میں اس نے کان کا میل جمع کر رکھا تھا۔ نظر بچا کر اسی میں سے تولہ بھر میل نکال کر دکھا دیتا کہ دیکھو یہ تمھارے کان سے نکلا ہے۔ کسی کے کان سے گولر کے بھنگے بر آمد کر کے کہتا کہ تمھارے کان میں جو بھن بھن تن تن کی آوازیں آرہی تھیں وہ انھیں کی تھیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ وہ کان کی بھول بھلیوں میں اتنی دور تک سہج سہج سلائی ڈالتا چلا جاتا کہ محسوس ہوتا ابھی کان کے راستے آنتیں بھی نکال کر ہتھیلی پر رکھ دے گا"۔(۳)

یوسفی کی تحریر میں تہذیب صرف ماضی کی عظمت کا حوالہ نہیں بلکہ حال کے بحرانوں کی تفہیم کا ذریعہ ہے۔ ان کی نثر اس تہذیبی مکالمے کو جنم دیتی ہے جس میں قاری خود سے سوال کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ آخر میں، یوسفی کی تہذیبی فکر کا ایک منفرد پہلو "فکری ہم آہنگی" ہے۔ وہ اپنے اسلوب میں روایت اور تجدید کو اس خوبصورتی سے یکجا کرتے ہیں کہ دونوں کے درمیان ایک ُپل قائم ہوتا ہے۔ ان کی تحریر میں کلاسیکی اردو نثر کی روانی اور جدید طرزِ احساس کی گہرائی دونوں موجود ہیں۔ یہی ہم آہنگی ان کے طنز کو وقتی نہیں بلکہ تہذیبی و فکری اعتبار سے دیرپا بناتی ہے۔

یوسفی کی تحریروں میں تاریخ اور ثقافت کی جھلک

مشتاق احمد یوسفی کی تحریریں محض طنز و مزاح کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ ہمارے تہذیبی اور تاریخی شعور کا آئینہ بھی ہیں۔ ان کی نثر میں جہاں مزاح کی روانی ہے، وہیں تاریخ کے دبیز پردے اور تہذیب کی تہیں بھی صاف دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے مزاحیہ اور طنزیہ جملے ایک طرف قاری کو ہنسی فراہم کرتے ہیں تو دوسری طرف ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے کا موقع بھی دیتے ہیں۔ یوسفی نہ صرف تاریخ کے بڑے واقعات بلکہ روز مرہ کی تہذیبی علامتوں کو بھی اپنی نثر کا حصہ بناتے ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

یوسفی کی تحریروں میں تاریخی شعور شعوری طور پر نہیں، بلکہ غیر محسوس طریقے سے شامل ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو میں تاریخی اشارے، حوالہ جات اور ماضی کی جھلکیاں اتنے سلیقے سے شامل ہوتی ہیں کہ قاری کو ان کی تہ داری کا اندازہ بعد میں ہوتا ہے۔ مثلاً وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

" اس نے ہمیں بتایا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا ریاضی داں رامانج رات کو چراغ کی روشنی میں اس طرح پڑھتا تھا کہ ایک ڈوری سے اپنی چوٹی کو چھت کے کڑے سے باندھ لیتا تھا تا کہ نیند کا جھونکا آئے تو آنکھوں کے آگے بجلی سی کوند جائے "(۴)

اس اقتباس میں تاریخ کے سبق آموز پہلو کو مزاح کے پردے میں بیان کیا گیا ہے، لیکن اس کے پس منظر میں تاریخی عمل کے ساتھ قوموں کی غیر سنجیدہ روش پر تنقید پوشیدہ ہے۔ یوسفی کی نثر میں تاریخ صرف ماضی کا تذکرہ نہیں رہتی، بلکہ حال پر اس کی چھاپ بھی دکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ ان کے لیے تاریخ صرف بادشاہوں، جنگوں یا حکومتوں کی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ عام لوگوں کی زندگی، رسم و رواج، سماجی اقدار اور تہذیبی روایات کا نام ہے۔

ان کی تحریروں میں بر صغیر کی ہند اسلامی تہذیب کی جھلکیاں بار بار نظر آتی ہیں۔ یوسفی ہند اسلامی تہذیبی علامتوں کو اس مہارت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف قاری کے ذہن میں تصویری خاکے بناتے ہیں بلکہ ایک پورا تہذیبی منظر نامہ آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

" ایک زمانے میں دستور تھا کہ امرا اور روسا عمارت تعمیر کراتے تو اس کی نیو میں اپنی حیثیت و مرتبے کے مطابق کوئی قیمتی چیز رکھ دیا کرتے تھے۔ نواب واجد علی شاہ اپنی ایک منہ چڑھی بیگم، معشوق محل سے آزردہ ہوئے تو اس کی حویلی ڈھا کر ایک نئی عمارت تعمیر -کرائی۔ معشوق محل ذات کی ڈومنی تھی۔ اسی نسبت سے اس کی تذلیل و تضحیک کے لئے نیو میں طبلہ سارنگی رکھوا دیئے۔ "(۵)

یوسفی کے مشاہدے کی گہرائی تہذیب کے اندر پوشیدہ باریکیوں کو نمایاں کر دیتی ہے۔ یوسفی کے ہاں تہذیب صرف روایات تک محدود نہیں بلکہ زبان، لباس، رہن سہن، تعلقات، گفت و شنید، حتیٰ کہ کھانے پینے کے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28
ماخذ تحقیقی مجلہ

طریقوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ وہ ان سب پہلوؤں کو اس انداز میں سمیٹتے ہیں کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک مکمل تہذیبی انسائیکلوپیڈیا پڑھ رہا ہے، جس میں ہر بات ہنسی مذاق کے ذریعے بیان کی گئی ہو۔

یوسفی ہند اسلامی معاشرت کی روایتی قدروں، بزرگوں کے رویے، تعلیمی اداروں کے ماحول، اور عوامی رویوں کو نہایت دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی طنز میں یہ تمام عناصر تہذیبی یادگاروں کی صورت میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں،

> " تیسری جماعت تک ٹونک (راجستھان) میں خود پر تعلیمی تجربے کروائے۔ وہاں اسکول میں ظہر کی نماز باجماعت ہوتی تھی جسے بے وضو ادا کرنے یا سجدے میں ہنسنے پر انگلیوں کے درمیان نیزہ کا قلم رکھ کر دبایا جاتا تھا جو اکثر اس سزا کی تاب نہ لا کر ٹوٹ جاتا تھا "[٦]

یہ اقتباس ایک طرف تعلیمی نظام میں آنے والی تبدیلیوں کا بیان ہے اور دوسری طرف اس تبدیلی میں تہذیبی زوال کا اشارہ بھی موجود ہے۔ یوسفی کا انداز اسلوبیاتی ہے، مگر اس میں ثقافت اور تاریخ کا شعور نمایاں ہے۔

یوسفی کی تحریریں ایک ایسی کائنات کی مانند ہیں جہاں تاریخ اور تہذیب بیک وقت موجود ہیں۔ ان کا طنز صرف لمحاتی ردِ عمل نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ایک فکری سلسلے کی جھلک ہے۔ ان کی نثر میں ماضی کی بازگشت، حال کا تجزیہ اور مستقبل کے لیے سوچنے کی دعوت موجود ہے۔ ان کی تحریریں ہمیں یہ باور کراتی ہیں کہ مزاح محض تفریح کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک سنجیدہ تہذیبی گفتگو کا مؤثر اسلوب بھی ہو سکتا ہے۔

مشترکہ تہذیب کا تصور

برصغیر کی سرزمین صدیوں سے مختلف مذاہب، اقوام، زبانوں اور ثقافتوں کا مرکز رہی ہے۔ یہاں کی تہذیب کسی ایک مذہب یا قوم کی پیداوار نہیں، بلکہ ایک ایسی گنگا جمنی روایت کی شکل میں پروان چڑھی جس نے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بدھ اور دیگر اقوام کے میل جول سے جنم لیا۔ اس تہذیب کی بنیاد رواداری، باہمی احترام، ثقافتی ہم آہنگی، اور فکری وسعت پر رکھی گئی۔ یہی وہ عناصر ہیں جنہوں نے مشترکہ ہند اسلامی تہذیب کو نہ صرف مضبوط کیا بلکہ اعلیٰ اور منفرد بھی بنائی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہندوستان پر مغل دورِ حکومت میں مغلوں نے یہاں کی مقامی ثقافت سے ہم آہنگ ہو کر ایک نئی تہذیبی صورت گری کی۔ اکبر اعظم کا "دین الٰہی" اسی رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کی علامت تھا۔ انہوں نے ہندو راجاؤں کو دربار کا حصہ بنایا، مندروں کی تعمیر میں سہولت دی اور مختلف تہواروں میں شرکت کر کے ایک ایسی فضا قائم کی جس میں مشترکہ تہذیب فروغ پا سکی۔ مشترکہ تہذیب کی سب سے بڑی مثال اردو زبان ہے جو خود مختلف لسانی عناصر کے امتزاج سے بنی۔ فارسی، ترکی، عربی، ہندی اور مقامی بولیوں کے الفاظ نے مل کر اردو کو نہ صرف زبان بیان بلکہ تہذیب کا نمائندہ بھی بنا دیا۔ اردو شاعری، نثر، خطاطی، فن تعمیر، موسیقی اور دیگر فنون لطیفہ میں بھی مشترکہ تہذیب کی جھلک واضح دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے نزدیک تہذیب صرف عمارتوں یا رسم و رواج کا نام نہیں، بلکہ انسان کے رویے، گفتگو، مزاج، اور احترام انسانیت سے جھلکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> " لکھنو، میں دستور تھا کہ بہو بیٹی ڈولی میں بیٹھ کر جاتی تو اس میں ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ اس پتھر کا مقصد و مصرف یہ تھا کہ کہاروں کو زنانی سواری کا اصل وزن معلوم نہ ہو۔ مبادا وہ اس کی تشہیر کریں۔ غالباً یہ اس لیے بھی ضروری سمجھا جاتا تھا کہ مردوں کا کوئی بھروسا نہیں۔ بسا اوقات فقط وزن کی کمی اور کمر کی غیر موجودگی پر عاشق ہو جاتے ہیں" ۔(۷)

یوسفی کی نثر میں یہ مشترکہ تہذیب بار بار ابھرتی ہے، چاہے وہ کسی اسکول، مدرسے کے مناظر کے طور پر ہو، محلے کی گلیوں میں ہو، یا رشتہ داروں کے تعلقات میں۔ وہ انسانی معاشرے کو مذہب کے بجائے ان کی اقدار، طرز عمل اور محبت سے پرکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> " میں معدے کی تکلیف کے باعث سجدہ نہیں کر سکتا۔ جھکنا منع ہے۔ لہذا بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ ایک جمعہ کا ذکر ہے۔ جماعت کھڑی ہو گئی۔ میں صف کے آخری سرے پر دیوار سے لگا بیٹھا تھا۔ میں نے بھی نیت اور ہاتھ باندھ لیے۔ ابھی قرآت شروع ہی ہوئی تھی کہ پچھلی صف میں ٹھیک میرے پیچھے کھڑے ایک ان پڑھ بنگالی نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کے یعنی پیچھے سے کولی بھر کے یہ کہتے ہوئے کھڑا کر دیا۔ یہی نہیں اس نے میری پتلون کے پائینچے بھی الٹ کر ٹخنے سے اتنے اونچے کر دیے کہ مانگے تانگے کا نیکر معلوم ہونے لگا۔ "(۸)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28
ماخذ تحقیقی مجلہ

یہ بات صرف ذاتی یادداشت نہیں، بلکہ ایک تہذیبی رویئے کی نمائندگی ہے جو مشترکہ زندگی کے بنیادی اصولوں پر قائم تھی۔ یوسفی کا اسلوب بتاتا ہے کہ وہ صرف ماضی کو رومانوی انداز میں یاد نہیں کرتے بلکہ وہ جدید رویوں پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدید دور میں تہذیب کی وہ وسعت نہیں رہی جو ماضی کا خاصہ تھی۔ اب شناختوں کی بنیاد تنگ لباسی اور فیشن پر رکھی جا رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں،

> " کھلے ہوئے گلے کے بلاؤز کا یہ عالم کہ کوئی شیر خوار بچہ دیکھ پائے تو بلبلا اٹھے۔ تنگ پوشی کا یہ حال کہ کوزے میں دریا بلکہ پہاڑ بند۔ ٹانگیں جیسے بوڑھے ہاتھی کی سونڈ جن پر غرارہ بھی چوڑی دار پاجامہ معلوم ہوتا ہے۔"[۹]

یہ اقتباس اس خلا کو اجاگر کرتا ہے جو ماضی کی تہذیبی ہم آہنگی اور موجودہ معاشرتی رویوں کے درمیان پیدا ہو چکا ہے۔ ماضی سے حال تک مشترکہ تہذیب کے اس سفر کو دیکھیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ صرف روایتی یادگار نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل ہے جو ہر دور میں خود کو نئے انداز سے ظاہر کرتا رہتا ہے۔ مشترکہ تہذیب شاعری، موسیقی، کہانیوں اور روزمرہ کی زندگی کی صورت میں آج بھی اگر ہم ایک دوسرے کی زبان، لباس، ادب، اور ثقافت کو اپناتے اور سراہتے ہیں تو یہ اسی تہذیب کی باقیات ہیں۔ یوسفی جیسے مزاح نگاروں کی تحریروں میں اس تہذیب کا حوالہ صرف تفننِ طبع نہیں، بلکہ ایک فکری احتجاج بھی ہے۔ وہ قاری کو ہنسی کے ساتھ ساتھ احساس دلاتے ہیں کہ ہم کیا کھو بیٹھے ہیں، اور کیا کچھ بچایا جا سکتا ہے۔ ان کی نثر ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مشترکہ تہذیب محض ایک تاریخی اصطلاح نہیں بلکہ انسانی رویوں، فکری وسعت، اور باہمی احترام کا زندہ مظہر ہے۔

یوسفی کے نزدیک تمدنی زوال کی وجوہات

مشتاق احمد یوسفی کو محض ایک مزاح نگار کہنا ان کی فکری اور تہذیبی گہرائی کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ ان کے مزاح میں جہاں زبان کی شگفتگی، طرزِ بیان کی لطافت اور روزمرہ کے کرداروں کی عمدہ عکاسی نظر آتی ہے، وہیں تہذیبی، سماجی اور تمدنی پہلو بھی انتہائی فکر انگیز انداز میں نمایاں ہوتے ہیں۔ یوسفی کی تحریروں میں ایک ایسا فکری پس منظر جھلکتا ہے جو قاری کو صرف ہنساتا نہیں، بلکہ اسے موجودہ معاشرتی و تمدنی زوال پر غور کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمدنی زوال محض کسی ایک ادارے یا طبقے کی کمزوری نہیں، بلکہ پورے معاشرتی نظام میں پیدا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

ہونے والی فکری، تہذیبی، اخلاقی شکست کا نتیجہ ہے۔یوسفی اس اخلاقی زوال کو طنز کی چادر میں چھپا کر کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری ہنس بھی لیتا ہے، اور چونک بھی جاتا ہے۔ان کی فقرہ بازی نہ صرف ہنسی لاتی ہے بلکہ دل کو چیرتی بھی ہے۔وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

" تاہم اپنا مقدمہ بقلم خود لکھنا کار ثواب ہے کہ اس طرح دوسرے جھوٹ بولنے سے بچ جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ آدمی کتاب پڑھ کر قلم اٹھاتا ہے۔ ورنہ ہمارے نقاد عام طور سے کسی تحریر کو اس وقت تک غور سے نہیں پڑھتے جب تک انھیں اس پر سرقے کا شبہ نہ ہو۔"(۱۰)

یہ اقتباس یوسفی کے اس شعور کو ظاہر کرتا ہے جو تمدنی زوال کو صرف خارجی مظاہر سے نہیں، بلکہ فکری و روحانی سطح پر بھی محسوس کرتا ہے۔یوسفی نے تمدنی زوال کے اسباب جس بصیرت اور سنجیدگی سے بیان کئے ہیں، وہ ان کے ادبی مقام کی بلندی کا ثبوت ہے۔ ان کی تحریریں صرف ماضی کا نوحہ نہیں، بلکہ حال کا آئینہ دار اور مستقبل کی فکری راہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں۔ ان کے مزاح میں چھپا ہوا دکھ ، ان کے طنز میں پنہاں صداقت ، اور ان کے فقرے میں شامل فکری گہرائی، ہمیں جھنجھوڑتی ہے کہ کہیں ہم اپنے تمدن کو کھو نہ بیٹھیں۔

جدید دور میں تہذیبی تضاد اور یوسفی کا تجزیہ

مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے ان نابغۂ روزگار مزاح نگاروں میں شامل ہیں جنھوں نے طنز و مزاح کو فقط تفریحی ذریعہ نہیں سمجھا بلکہ ایک فکری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ ان کے تخلیقی کینوس پر معاشرے کے تمام رنگ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن سب سے نمایاں وہ تہذیبی شعور ہے جو ان کی تحریروں کے بین السطور میں جھلکتا ہے ۔ خاص طور پر جدید دور میں پیدا ہونے والا تہذیبی تضاد ان کے مشاہدے اور فکر کا بنیادی مرکز رہا ہے۔ انہوں نے اس تضاد کو صرف بیان ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے اسباب و نتائج پر گہری نظر ڈالتے ہوئے قاری کو اس کی تہوں میں لے جانے کی کوشش کی ہے۔یوسفی کے نزدیک جدید دور کا سب سے بڑا تہذیبی مسئلہ تشخص کا بحران ہے۔ مشرقی معاشروں نے مغربی تمدن کے اثرات کو بغیر سمجھے جذب کرنے کی کوشش کی، نتیجتاً ایک ایسی ملی جلی تہذیب وجود میں آئی جو نہ مکمل مشرقی رہی نہ مغربی بن سکی۔اس تضاد کو یوسفی کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

> "ٹہلنے والوں کے ہاتھ میں بالعموم چھڑی ہوتی ہے۔ البتہ خواتین میں ایک نیا فیشن چل نکالا ہے۔ وہ ہاتھ میں تسبیح لے کر چہل قدمی کرتی ہیں۔ ذرا غور کیا تو معلوم ہوا ہے کہ مرد تو کتوں کو ڈرانے، ہنکانے اور دور رکھنے کے لیے ہاتھ میں چھڑی رکھتے ہیں، جب کہ خواتین، مردوں کو پرے ہٹانے اور دانوں پر درد ہش کش پڑھنے کی غرض سے تسبیح ہاتھ میں لٹکائے گھومتی ہیں۔"(۱۱)

یہ تہذیبی اور مذہبی تضاد معاشرے میں فکری الجھن، ثقافتی بے یقینی اور اخلاقی انحطاط کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ یوسفی اس رویے پر نہایت شگفتہ انداز میں تنقید کرتے ہیں، لیکن اس شگفتگی کے پس پردہ ایک عمیق سنجیدگی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ دوسری اہم پہلو جو یوسفی کے تحریروں میں سامنے آتی ہے وہ روایات سے بیزاری اور مغرب زدگی ہے۔ ان کے نزدیک ہماری نئی نسل نے اپنی جڑوں سے دوری اختیار کر لی ہے اور انہیں فرسودہ سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ثقافتی ورثہ تو کھو گیا، مگر اس کا نعم البدل میسر نہ آ سکا۔ وہ لکھتے ہیں:

> " مجھے وہ عہد یاد آتا ہے جب امراء، رؤسا اور شرفاء پالکی فینس، ہوادار، تام جھام میں یا خود سے بھی بہتر نسل کے گھوڑے پر سوار، ہوا خوری کے لیے نکلتے تھے۔ امراء اور روسا زندگی میں ذاتی ٹانگیں صرف بیت الخلا تک جانے یا" آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت فرار تو میدان جنگ سے بھاگنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔"(۱۲)

یوسفی نے اس تہذیبی تضاد کو روز مرہ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے مظاہر میں تلاش کیا ہے۔ وہ طرز گفتگو، رہن سہن، طرزِ تعلیم، رشتوں کے رویے اور حتیٰ کہ کھانے پینے کی عادات میں بھی اس تضاد کو بے نقاب کرتے ہیں۔ یوسفی کے نزدیک تہذیب کا حسن رشتوں میں باہمی احترام، بات کرنے کے سلیقے کے ساتھ جینے کی ہنر مندی میں ہے۔ مگر جدید دور کی تیز رفتاری نے ان تمام اوصاف کو غیر ضروری قرار دے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "وہ چچا سے پھوپا بنے اور پھوپا سے خُسر الخذر، لیکن مجھے آخر وقت تک نگاہ اُٹھا کر بات کرنے سلامی کی جسارت نہ ہوئی۔ نگار کی جسارت نہ ہوئی۔ نکاح کے وقت وہ قاضی کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ قاضی نے مجھ سے پوچھا، قبول ہے؟ ان کے سامنے منہ سے ہاں کہنے کی جرات نہ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوئی۔ بس اپنی ٹھوڑی سے دو مودبانہ ٹھونگیں مار دیں جنھیں قاضی اور قبلہ نے رشتہ مناکحت کے لیے ناکافی سمجھا۔ قبلہ کڑک کر بولے لونڈے بولتا کیوں نہیں؟ڈانٹ سے میں نروس ہو گیا۔ ابھی قاضی کا سوال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے جی ہاں قبول ہے کہہ دیا۔ آواز یک لخت اتنے زور سے نکلی کہ میں خود چونک پڑا۔ قاضی اُچھل کر سہرے میں گھس گیا۔ حاضرین کھکھلا کے ہنسنے لگے۔ اب قبلہ اس پر بھنا رہے ہیں کہ اتنے زور کی جہاں سے بیٹی والوں کی ہیٹی ہوتی ہے۔ بس تمام عمران کا یہی حال رہا اور تمام عمر میں کرب قرابت داری و قربت قہری دونوں میں مبتلا رہا۔"(۱۳)

یوسفی یہاں نہ صرف مزاح کی زبان میں جدید معاشرتی رویوں پر تنقید کر رہے ہیں، بلکہ ایک ایسا فکری نوحہ پیش کر رہے ہیں جو ہمیں اپنی حالت پر نظر ثانی پر مجبور کرتا ہے۔ یوسفی کی تحریریں صرف تنقید پر مبنی نہیں بلکہ تہذیب کی بحالی کی ایک خواہش بھی نظر آتی ہے۔ ان کے لیے تہذیب جامد روایتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ زندہ عناصر ہیں جو انسانی رویوں کو مہذب بناتے ہیں۔ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں نئی دنیا سے انکار نہیں مگر پرانی بنیادوں پر نئی عمارت تعمیر کرنی چاہیے۔ وہ کہتے ہیں:

"جدید ہونا برا نہیں، لیکن جڑوں سے کٹ کر چلنا خودکشی ہے۔ ہم نئی تہذیب کے مسافر ضرور ہیں، لیکن اپنے گھر کا پتہ نہ بھولیں، ورنہ پلٹنے کی راہ بھی نہ رہے گی۔"(۱۴)

یہ اقتباس یوسفی کے اس فکری توازن کو ظاہر کرتا ہے جہاں وہ جدیدیت اور روایت میں ایک ہم آہنگی کی تلاش میں ہیں۔ یوسفی کا تجزیہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ تہذیب محض ماضی پر فخر کا نام نہیں، بلکہ حال کو بہتر بنانے کا شعور بھی ہے۔ ان کے نزدیک تہذیبی تضاد اس وقت ختم ہو سکتا ہے جب ہم اپنے ماضی سے سبق لیں، حال کو فہم کے ساتھ جئیں، اور مستقبل کے لیے ایک باشعور نسل تیار کریں۔ یوسفی کی تحریریں نہ صرف اس اعضاء کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ قاری کو اس سے نجات کا راستہ بھی دکھاتی ہیں۔ طنز کی روشنی میں، مزاح کی چادر تلے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

تہذیب و تمدن کے تحفظ کے لیے یوسفی کا پیغام :

اردو ادب میں مشتاق احمد یوسفی کا نام محض ایک مزاح نگار یا طنز نگار کے طور پر ہی نہیں، بلکہ ایک گہرے تہذیبی شعور رکھنے والے مفکر کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔ ان کی تحریروں کا بنیادی جوہر صرف قہقہوں کی پیداوار نہیں، بلکہ تہذیب و تمدن کے ان گم ہوتے ہوئے اجزاء کی بازیافت ہے جو بدلتے ہوئے وقت، مغربی اثرات اور جدیدیت کی اندھی دوڑ میں کہیں پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ یوسفی کی تخلیقات میں تہذیب کی وہ صدا سنائی دیتی ہے جو ماضی سے جڑی ہے مگر حال اور مستقبل کی رہنمائی بھی کرتی ہے۔ یوسفی کا پیغام تہذیب و تمدن کے تحفظ کے سلسلے میں تین بڑے نکات پر محیط ہے۔

ماضی کی تہذیبی جڑوں سے رشتہ استوار رکھنا۔

روایت اور جدیدیت میں توازن پیدا کرنا۔

،اور انسانی اقدار کو تہذیب کی بنیاد کے طور پر زندہ رکھنا۔

ان کا ماننا ہے کہ تہذیب محض رسوم، لباس، زبان یا کھانے پینے کے انداز کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک زندہ اور متحرک طرز احساس ہے جو انسان کے اخلاق، طرز گفتگو، برداشت اور انسانی رشتوں سے عبارت ہوتا ہے۔ یوسفی اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ تہذیب و تمدن کی سب سے بڑی دشمن غفلت اور بے حسی ہے۔ وہ تحریروں کے ذریعے قارئین کو اس غفلت سے بیدار
کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یوسفی تہذیبی زوال کے مظاہر کو روز مرہ کی زندگی میں بڑی باریکی سے محسوس کرتے تھے۔ ان کے لیے تہذیب صرف ثقافتی رسوم یا طرز لباس تک محدود نہیں بلکہ وہ اقدار اہم تھیں جن پر ایک معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ جیسے خاندانی نظام، بڑوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، مہمان نوازی، رواداری اور وضع داری۔ وہ طنز کے پیرائے میں ان اقدار کے زوال کا ماتم کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔

" اللہ اللہ! کیسا سستا سماں اور کیسے سادہ دل بزرگ تھے۔۔۔۔ کہ جب ہم چوری کی چوانی سے بائیسکوپ دیکھ کر رات کے دس بجے پنجوں کے بل گھر میں داخل ہوتے تو ڈیوڑھی میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28

ہمیں خاندان کے تمام بزرگ نہ صرف خود گارڈ آف آنر دیتے، بلکہ اپنی کمک پر بیرونی بوڑھوں کو بلا لیتے تھے کہ مقابلہ ہمارے فسق وفجور سے تھا۔"(۱۵)

یہ اقتباس یوسفی کے گہرے مشاہدے، فکری سنجیدگی اور تہذیبی احساس کو ظاہر کرتا ہے جو انہوں نے شگفتہ اسلوب میں پیش کیا۔یوسفی اس بات کے قائل تھے کہ تہذیب کو نہ تو ماضی پرستی کے نام پر منجمد رکھنا چاہیے اور نہ ہی جدیدیت کے نام پر مٹادینا چاہیے۔ان کے نزدیک تہذیب کا تحفظ اس وقت ممکن ہے جب ہم اپنے ماضی سے جڑے رہیں، حال کو سمجھیں اور مستقبل کے لیے بیدار ہوں۔اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یوسفی کا مزاح ایک تہذیبی دستاویز ہے جو طنز کے پردے میں ہمارے معاشرے کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ان کی تحریروں میں جو فکری گہرائی، مشاہداتی باریکی اور تہذیبی سچائی ہے، یہ انہیں محض ایک ادیب نہیں بلکہ ایک تہذیبی معمار کا درجہ دیتا ہے۔ان کا طنز قاری کو چونکاتا ہے، اوران کا مزاح قاری کو ہنسا کر جگاتا ہے۔

ان کی تحریروں میں طنز ومزاح کے پیچھے ایک گہرا تہذیبی اور فکری شعور پوشیدہ ہے، جو برصغیر کی کلاسیکی اقدار اور مشترکہ ورثے کی عکاسی کرتا ہے۔ہندوستانی تہذیب کی علامتیں ان کی زبان وبیان میں رچی بسی ہیں۔ان کے اسلوب میں فارسی، ہندی، اردو، اور دیسی محاورات کا امتزاج ہے جو ہندوستانی تہذیب کے لسانی حسن کو ظاہر کرتا ہے۔یوسفی نے ماضی کی یادوں کو عصر حاضر سے جوڑنے کا فن خوبصورتی سے برتا ہے۔وہ روایت اور جدیدیت کے درمیان ایک فکری پُل قائم کرتے ہیں، جو قاری کو اپنی جڑوں سے آگاہ رکھتے ہوئے عصر حاضر کی سچائیوں سے روشناس کراتا ہے۔

یوسفی کی تحریروں میں ہندوستانی سماجی طبقات، رسوم ورواج، اور طرز معاشرت کی جھلک نمایاں ہے۔وہ مختلف طبقات کے مزاج، بول چال، لباس، اور رہن سہن کو جس باریکی سے بیان کرتے ہیں، وہ ہندوستانی معاشرت کا آئینہ بن جاتا ہے۔عصر حاضر میں تہذیبی بحران کے تناظر میں یوسفی کی تحریریں ایک فکری یاددہانی بھی ہیں، وہ قاری کو یہ باور کراتے ہیں کہ ثقافت صرف ماضی کی وراثت نہیں، بلکہ حال کی تشکیل میں بھی ایک زندہ عنصر ہے۔ان کی تحریریں ادب، تاریخ، فلسفہ اور مزاح کا حسین امتزاج پیش کرتی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یوسفی کا فن صرف تفریحی نہیں بلکہ تہذیبی پہلو بھی رکھتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-28
ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ مشتاق احمد یوسفی، زر گزشت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱، صفحہ ۱۷۸
۲۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۴، صفحہ ۶۱
۳۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۱، جلد ۲، صفحہ ۲۲۳
۴۔ مشتاق احمد یوسفی، آب گم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵، صفحہ ۹۷
۵۔ مشتاق احمد یوسفی، آب گم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵، صفحہ ۱۱۲
۶۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۴، صفحہ ۸۹
۷۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدمن مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۱، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶
۸۔ مشتاق احمد یوسفی، زر گزشت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱، صفحہ ۲۰۳
۹۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۱، صفحہ ۹۱
۱۰۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۴، صفحہ ۱۳۴
۱۱۔ مشتاق احمد یوسفی، آب گم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵، صفحہ ۱۷۵
۱۲۔ مشتاق احمد یوسفی، آب گم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵، صفحہ ۱۸۳(
۱۳۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۱، صفحہ ۹۹
۱۴۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۴، صفحہ ۱۴۲
۱۵۔ مشتاق احمد یوسفی، زر گزشت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶، صفحہ ۱۱۷